

## لانگ مارچ

سولہ اکتوبر 1934 کو ماڈزے تگ اور ان کے ساتھیوں نے ایک تاریخی قدم اٹھایا۔ ایک ایسا کام جس سے دنیا کی انسانی تاریخ ہمیشہ کے لیے بدل گئی۔ تقریباً ایک لاکھ افراد جس میں پیتھس خواتین بھی شامل تھیں پیدل چنان شروع کیا۔

جانگ سی صوبہ سے شروع ہونے والا یہ قافلہ مکمل طور پر برس و سامانی کا شکار تھا۔ پھٹے پرانے کپڑے اور عرصہ دراز سے نہانے کی عیاشی سے محروم یہ لوگ دنیا کی نئی تاریخ رقم کر رہے تھے۔ سامان ان مردو خواتین نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ قائدین کا بھی یہی حال تھا۔

کھانے کے لیے بھی کچھ خاص لوازمات نہیں تھے۔ جس دبیکی علاقے سے گزر رہتا ہیں سے معمولی کھانے پینے کا سامان لیا جاتا۔ راستہ اتنا دشوار اور طویل تھا کہ اکثر جگہ پر کوئی آبادی نہیں تھی۔ نتیجہ میں تمام قافلہ مٹی سے آ لوڈہ جو اور اس کا آٹا بغیر پانی کے منہ میں چاہاں لیتے تھے۔ پینے کے لیے پانی بھی حدود جم کم دستیاب تھا۔ اس کے علاوہ چینگ کائی شک کی فوج اس قافلے کے درپے تھی۔

حافظت کے لیے ما و اور اس کے ساتھی صرف رات کو سفر کرتے تھے۔ ان کی مخالف یشل آرمی جہاں موقع پاتی انھیں فاکرنے کے لیے گھات لگائے بیٹھی رہتی تھی۔ جا بجا ان لوگوں پر ہوائی چہاز بمباء ری کرتے تھے۔ ساتھی مرتے رہتے تھے۔

مگر آزادی کا جذبہ اتنا مضبوط تھا کہ ما و اور ان کے ساتھی سفر جاری رکھتے تھے۔ نومبر میں یہ قافلہ ہسیا نگ دریا (Hsiang) دریا کے نزدیک پہنچا تو مخالف فوج نے ان پر شدید حملہ کر دیا۔ ما و کے پچاس ہزار ساتھی اس ہولناک جنگ میں مارے گئے۔ مگر پھر بھی یہ دیوانے لوگ باز نہ آئے ملک کا نظام بدلنے کا جنون اور عام آدمی کی بھلائی ان کی زندگی کا واحد مقصد تھا۔

لانگ مارچ کوئی ایک دو ہفتے طویل نہیں تھا۔ یہ 368 دنوں میں اختتام پذیر ہوا۔ راستے میں چوبیں دریا اور اٹھا رہ پہاڑوں کے سلسلوں کو عبور کیا گیا۔ ان کے پاس گاڑیاں جنپیں یا بسیں نہیں تھیں۔ یہ حدود جمکیف وہ سفر مکمل طور پر پیدل تھا۔ شانسی (Shensi) صرف اور صرف چار ہزار افراد پہنچ پائے۔ باقی تمام سفر کی صعوبتوں میں کام آگئے۔ یہ بہادر مردا اور خواتین نو ہزار سات سو کلو میٹر کا سفر کر کے اپنی جدوجہد کو کامیاب کر گئے۔

جب یہ شانسی پہنچ تو ان کے کپڑے مکمل طور پر پھٹ چکے تھے۔ بھوک کی وجہ سے ان کی پسلیاں اور ہڈیاں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ ان کے پیروں سے خون بہہ رہا تھا۔ مگر ان کے خیف جسموں میں حیرت انگیز جذبہ تھا۔

چین کی حکومت کو بدلنے کا خواب عام آدمی کو ملکی وسائل پر دسترس دینے کا جنون گلے سڑے نظام کو تبدیل کرنے کا سنبھال اخیال۔ لانگ مارچ کی کامیابی کی خبر پورے چین میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ہزاروں نوجوان مردا اور خواتین ملکی نظام بدلنے کے لیے ما و کے ساتھ مل گئے۔ ایک عظیم جدوجہد کا آغاز ہوا۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں ما و نے ایک استعماری قوت کو عبرت ناک نکست دے ڈالی۔

ما و کا لانگ مارچ کوئی پھولوں کی سچ نہیں تھی۔ یہ انسانی برداشت کی انہا کو آزمانے والی ایک مشن تھی۔ چھ ہزار میل کا خون آلو سفر تھا۔ غربت بھوک فاقہ مفلسی موت ہر جگہ ان افراد کا مقدر تھا۔ مگر سوچیے کہ یہ لوگ کیوں اتنی مشکلات برداشت کرتے رہے۔

کیوں یہ مخالف افواج کی بمباری فھائی کے ہولناک حملے اور بغیر خوف کے جانوں کا نذر انہیں کر رہے۔ اس کی کئی وجوہات تھیں۔ یہ امیر ترین اشرافیوں کے خلاف سر بکف تھے۔ پرانے چین کے دولت مندوں سے خوف نہ کھانے والے لوگ تھے۔ یہاں پہنچنے والے ملک کے غریب ترین لوگ تھے۔ ان کے پاس کوئی جائیداد کوئی بینک بیلنس اور غیر ممالک میں کسی قسم کی کوئی جائیداد نہیں تھی۔ مگر ان کے پاس صرف ایک جذبہ تھا۔ نظام کو تبدیل کرنے کا طاقتور خواب۔ اس کے علاوہ وہ ہمت تھی جو ان کے قائدین ہر وقت بڑھاتے رہتے تھے۔ ہاں ایک اور بات۔ اس خونی قافلے کے قائدین یعنی ما و اور چوایں لائی اپنے ساتھیوں کی طرح زندگی بسرا کرتے تھے۔

تمام لوگ یکساں ہو کر نگے پھر وہ پر نیند پوری کرتے تھے۔ اگر بھوک تھی تو سب کے لیے یکساں تھی۔ نہیں کہ قائدین عمدہ کھانا اور دعوت اڑا رہے ہوں اور باقی لوگ ناں جوین پر گزار کر رہے ہوں۔ ہرگز نہیں۔ ما و اور چوایں لائی وہی گرد آلو سفر کا خلک آٹا کھاتے تھے جو ان کے عام ساتھی کھا رہے تھے۔

مارچ کے قائدین کے لیے کسی قسم کی کوئی آرام دہ سہولت موجود نہیں تھی۔ یہ بنیادی وجہ تھی کہ ما و کے ساتھی اس پر جان قربان کرنے کے لیے تیار تھے۔ ذرا غور کیجیے۔ ایک لاکھ میں سے صرف چار ہزار لوگ بچے۔ باقی چھیانوے ہزار لوگ اپنے انکار کے حصول کے لیے رزق خاک ہوئے۔

آج کل لانگ مارچ کا لفظ ہر دم ہر گھر تھا اور ہر لمحہ استعمال ہو رہا ہے۔ بلکہ پہلے بھی ہوتا رہا ہے۔ ماضی میں بھی ملکی سطح کے سیاست دان اس اصطلاح کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرتے رہے ہیں۔ بڑے بڑے جلسے اور جلوں نکلتے رہے ہیں۔

ماضی میں تو یہاں تک تماجیا جاتا ہے کہ خان عبدالقیوم خان کا جلسہ اتنا طویل تھا کہ اس کا آگے والا حصہ پنڈی میں تھا اور پیچھے والا حصہ پشاور میں تھا۔ بالکل اسی طرح ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف اصغر خان اور نوستاروں کے جلسے جلوں بھی دیدنی تھے۔ خود بھٹو کے جلسے حدود جمکیف سے معمور ہوتے تھے۔ محترمہ بن نظیر بھٹو کا ترین مارچ یا ہور کا تاریخی استقبال بھی فقید المثال تھا۔ یہ عوامی تائید کے بھرپور مظاہر تھے۔

ہر ایک بڑا سیاسی لیڈر اپنے سیاسی قدر کاٹ کے حساب سے لوگوں میں جوش پیدا کرتا رہا ہے۔ پی این اے کامل ترین کا جلسہ یاد ہے۔ کوئی دو تین ہزار لوگ تھے۔ حامد علی خان آگے آگے گئے تھے۔ مگر عجیب امر یہ بھی تھا کہ بی بی اسی کے نمایندے اس چھوٹے سے جلسے کو بھٹو کے خلاف ایک ریفرنڈم قرار دے رہے تھے۔ مارک ٹیلی ایک خاص نقطہ نظر سے مشغول تھا۔ نہ نوستارے رہے اور نہ ہی بھٹو سب اپنا اپنا کردار بھا کر تاریخ کے صفحوں میں گم ہو گئے۔

کوئی ہیر و بنا و کوئی سازش کا گھناونا کر رکھ رہا۔ خیر یہ تو پرانی بات ہے۔ موجودہ دور کی بات کرتے ہیں۔ ویسے طالب علم اسے کوئی اہم سیاسی یا غیر سیاسی دوڑھیں گردانہ۔ یہ ذاتی اغراض مفادات اور اقتدار پر بقضہ کرنے کی پریڈ ہے۔ کسی قسم کی اخلاقیات یا بلند تر مقاصد سے عاری۔ اس دوڑھیں سب شامل ہیں۔

گزشتہ چند دنوں سے کراچی سے شروع ہو کر ایک لانگ مارچ کا واویلا ہے جو اسلام آباد میں اختتام پذیر ہوا۔ بالکل اسی طرح دو دنوں سے ایک اور مارچ شروع ہوا ہے۔ جو لاہور سے دارالحکومت کی طرف روائی دوائی ہے۔ بالکل اسی طرح کے پی سے اسلام آباد بھی مارچ ہو رہا ہے۔

عمران خان بھی بڑے بڑے جلسے کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ کیوں ہے اور ان کے مقاصد کیا ہیں۔ اقتدار کی جنگ تو خیر ہے ہی مگر لانگ مارچ کے لفظ کو استعمال کرنے کی کوشش ادنی ہے۔ ان قائدین میں سے ایک بھی ایسا شخص نہیں ہے جسے معلوم ہو کہ لانگ مارچ کیا ہے۔ یہ کتنا انسانی خون مانگتا ہے۔ یہ زمین کو اپنے ہوسے نگین بنانے کا نام ہے۔

ہمارے سیاسی قائدین اور ان کی آل اولاد خون تو کیا کسی کو بخار تک دینے کے روادار نہیں ہیں۔ ٹی وی پر لانگ مارچ کرنے والوں کا ٹرک دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ بم پروف ٹرک یعنی اپنے آپ کو محفوظ سے محفوظ تر کرنے کی کوشش۔ کیا چین کے لانگ مارچ میں شامل ہونے والے بہادر لوگ موت سے ڈرتے تھے۔ بالکل نہیں۔ اپنے عظیم مقاصد کو کامیاب ہی انھوں نے اپنے خون سے کیا تھا۔ ٹرک کے اندر کے معاملات اور بھی پر ٹیکش ہیں۔

ایک رکنڈیشن بیڈ روم جدید ترین با تھر روم آر اسٹے ڈر انگ روم مہنگے ترین کھانے پینے کا انتظام اور معلوم نہیں کیا کیا آرام کا سامان کار۔ کیا سیاسی جدوجہد کرنے والے لیڈر ایسے ہوتے ہیں۔

کیا وہ ایسے آر اسٹے پیر اسٹے نظام میں جدوجہد کرتے ہیں۔ صاحبان کیا عرض کروں اور کیا نہ کروں۔ ایسے لانگ مارچ جلوں تو ہو سکتا ہے۔ مگر ایک عظیم سیاسی جدوجہد نہیں۔ ویسے اگر ما و یا چوایں لائی پاکستان کے موجودہ جلوں اور لانگ مارچ دیکھنے کے لیے تھوڑی دیر کے لیے واپس آ جائیں تو وہ عظیم لیڈ راپنی سادگی اور پاکستانی سیاست دانوں کی شاطری پر قبیلہ لگائیں گے۔